اداریہ

# جامعات کے تحقیقی مجلوں کا معیار: زوال کا ایک بنیادی سبب

جنوبی ایشیا میں علمی و ادبی صحافت نے اولاً اخبارات ورسائل کی صورت میں اپنا آغاز کیا تھا لیکن پھر مغرب کے زیر اثر علمی و تحقیقی سرگرمیوں کے تحت مجلات جاری ہونے لگے اور جامعات اور تحقیقی اداروں نے ان کے توسط سے علمی و ادبی صحافت کی ایک باقاعدہ روایت کا یہاں آغاز کیا، جو بڑی کامیابی کے ساتھ گزشتہ سوڈیڑھ سو سال میں ایک مستقل اور مستحسن حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ یہ روایت پاکستان میں بھی، ایک سابقہ روایت کے تسلسل میں، کم از کم لاہور کی جامعات میں اپنی ایک حیثیت اور وقار کی حامل تھی کہ قیام پاکستان کے بعد اس روایت نے ایک مستقل صورت اختیار کی اور متعدد نئی پرانی جامعات نے علمی ترقی کے حالیہ ادوار میں اسے اپنایا اور اپنی اپنی ترجیحات کے تحت مختلف کلیات اور شعبہ جات میں مجلات کا اجرا کیا، جو اپنے وسائل، استعداد اور حوصلوں کی حد تک جاری ہے۔ اس صورت حال میں، جو اگرچہ اپنی حد تک قابل ستائش تو تھی لیکن آج کی ترقی یافتہ دنیا اور بے پناہ ترقیِ علوم کے اس دور میں یہاں کی اس روایت کو متعینہ عالمی معیار کے ذیل میں مقابلتہً قابلِ اطمینان کہنا شاید بے جا ہی ہے، چناں چہ جب ملک میں اعلیٰ تعلیم و مطالعات کی ترقی کے لیے اس صدی کے آغاز میں سرکاری سطح پر ''ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان'' کے تحت اس زمرے میں بہتری لانے کی منظم کوشش اور منصوبہ بندی کی گئی تو جامعات میں بالخصوص تعلیمی معیار کی بلندی اور مطالعات و تحقیق کو عالمی سطح پر پہنچانے کے لیے خاص اہتمام کیے گئے، جو ایک حد تک مؤثر بھی ثابت ہوئے۔ اس ضمن میں جامعات اور ان کے کلیات و شعبوں اور ان سے منسلک اساتذہ و طلبہ کے لیے مطالعات و تحقیقات کے متعینہ عالمی اصول و ضوابط کو اختیار کرنے اور ان کی پیروی و تعمیل کو ضروری قرار دیا گیا اور ان ہی پر تقرر و ترقیوں کا دار و مدار رکھا گیا۔ لہٰذا مجلات کے لیے، اور ان میں شائع ہونے والے مقالات کے لیے بھی،، معیار کے عالمی سطح کے مسلمہ اصولوں کی پیروی لازم قرار دی گئی، جو ایک مستحسن اقدام تھا۔

اس ضمن میں یہ بھی لازم قرار دیا گیا کہ جو مقالات یا مطالعات مجلوں میں شامل کیے جائیں، اشاعت سے پہلے ان کے معیار کی توثیق اور تعین کے لیے متعلقہ ماہرین سے، جو خود ایک ثقہ اہلیت و توقیر کے حامل ہوں، مثبت ماہرانہ رائے (Peer Review) ضرور حاصل کی جائے۔ لیکن اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے ملک کی جامعات اور ان کے مجلات کے ذمے داروں کا اس ضمن میں کیا رویہ رہا ہے؟ یہ امر جائزہ طلب ہے کہ 'ہائر ایجوکیشن کمیشن' سے منظور شدہ مجلوں کے مدیران نے اس شرط کو کتنی سنجیدگی سے اختیار کیا ہے؟ شاید اس کمیشن یا اس ادارے میں

اس طرح کے کسی اہتمام کی کوئی روایت موجود نہیں ہے کہ وہ اپنی عائد کردہ شرائط کی تعمیل کا باقاعدہ جائزہ لیتا رہے۔ یہ ادارہ اس ضمن میں آج تک جامعاتی تحقیق کے معیار اور ماہرانہ آرا کی صورت حال کے بارے میں اعداد و شمار جمع کرنے اور انھیں عام کرنے کے بارے میں بھی شاید خاموش ہے؟ یہ جاننے کی بھی شاید کوئی کوشش نہیں ہوتی کہ ماہرانہ آرا کے بارے میں ماہرین کا رویہ کیسا رہا ہے؟ کیا وہ منصفانہ رائے دیتے ہیں؟ کیا اس عمل میں کسی بہتری کی ضرورت ہے؟ اور اگر ضرورت ہے تو وہ کس طرح لائی جاسکتی ہے؟ بظاہر اس ضمن میں ادارے کی جانب سے کوئی اعلانیہ کوشش نہیں کی گئی! پھر یہ کوشش بھی نظر نہیں آتی کہ مطالعات و تحقیقات کے معیار کی ایک اہم شق یعنی رسمیات مقالہ نگاری کے لحاظ سے مجلوں میں شائع ہونے والے مقالات کے معیار کو دیکھا اور جانچا جائے۔ کیوں کہ اکثر مجلے جدید تر عالمی رسمیات کے اختیار کرنے کے معاملے میں، بل کہ اپنے ایک ہی شمارے کے مقالات میں رسمیات کے اختیار کرنے کے معاملے میں یکسانیت سے بے نیاز نظر آتے ہیں جن کی وجہ سے شمارہ یا مجلہ بے ترتیبی، عدم یکسانیت اور بد سلیقگی سے پُر نظر آتا ہے۔ اس کا ایک بڑا سبب یہ لگتا ہے کہ مجلوں کے اکثر مدیر رسمیات کی اہمیت اور ان کی یکسانیت اور بل کہ ان کے جدید تر اور سائنٹی فک اصولوں ہی سے واقف نہیں اور انھیں اختیار کرنے کی اہمیت کے قائل بھی شاید نہیں! جب رویہ ایسا ہو تو ماہرانہ رائے کا حصول اور اس کے لیے مناسب ماہرین کی جستجو اور انتخاب کا کھکھیڑ کوئی کیوں پالے؟ چناں چہ جدید تر عالمی معیار کے متعینہ رسمیات کے تعین، ان کے اختیار کرنے کی اہمیت و ضرورت اور ماہرانہ آرا کے حصول کے بنیادی تقاضے کوئی کیوں کر پورے کرنا چاہے اور کیوں کرے؟ یہ ایسی وجوہات ہیں کہ جن کے سبب، ہمارا خیال ہے، کہ ہماری جامعات میں تحقیق کے معیار اور رفتار میں قابل ذکر ترقی، ہائر ایجوکیشن کمیشن کی قدرے سنجیدہ کوششوں اور کچھ مناسب اقدامات کے باوجود، آگے نہیں بڑھ رہی ہے بل کہ اسی ذمے دار ادارے کی متعدد معاملات میں بظاہر اپنی ہی عائد کردہ شرائط یا ہدایتوں کی تعمیل کو جانچنے کی طرف سے بے نیازی یا غفلت کے سبب، ترقیِ معکوس کی جانب رواں دواں ہے، جو ایک بڑا علمی و قومی المیہ ہے۔

تحقیق کے معیار کی بہتری و بلندی اور خود تحقیقی مجلوں کے معیار کی وقعت میں جہاں ایک جانب مجلے کا اپنا معیار اور اس کے مدیروں و مجلس مشاورت کا دخل ہے وہیں اس میں شائع ہونے والے مطالعات و تحقیقات کے سبب بھی ہے جو واقعتاً بڑی حد تک مقالات کے معیار کے تعین کے لیے متعلقہ ماہرانہ رائے پر بھی منحصر ہے۔ یقیناً آج، ایک عمومی رائے کے مطابق، ہر سمت اور ہر شعبے میں قحط الرّجال کا دور ہے جو افسوس کہ روز افزوں بھی ہے۔ ایسے میں ہر شعبۂ علم میں سنجیدہ و لائق ماہرین کا میسر آنا بھی خاصا ناممکن ہوتا جارہا ہے۔ پھر ان ماہرین کا مخلص و انصاف پسند ہونا بھی ایک امر لازم ہے کہ وہ مقالات پر دیانت دارانہ اور حقیقتاً ماہرانہ رائے دیں، انھیں پسند کریں یا ان میں

کمزوریوں کی نشان دہی کرکے ان کی اصلاح وترمیم پر مقالہ نگار کو راغب کریں یا مقالے کو رد کر دیں۔ ہماری آج کل کی اخلاقی کمزوریاں بھی اس ضمن میں ایک مسئلہ بنتی جا رہی ہیں، چناں چہ اب غیر معیاری مقالات بھی، باہمی دوستانہ تعلقات، مروت و رعایت کے حصول کے نتیجے میں "مثبت ماہرانہ رائے" حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے اور کوئی سطحی و سرسری نوعیت و اسلوب اور فرسودہ موضوع کا مقالہ بھی رد نہیں ہوتا بلکہ مجلے میں شامل ہو جاتا ہے۔ اور شاید ایسے ہی مقالات کے بل پر اور مدیران اور ذمے دار مجلسوں کے متعلقہ اراکین سے روابط باہمی و دوستی کے باعث مبینہ طور پر مجلہ نہ صرف منظوری حاصل کرلیتا ہے بلکہ شاید معیار کے زیڈ(Z) درجے سے وائی(Y) اور ایکس (X) درجے میں بھی ترقی پالیتا ہے۔ واللہ اعلم!

یہ آج کل کے جامعاتی مجلات اور ان کے مطلوبہ معیار کی عمومی صورتِ حال ہے، جس پر کوئی ذمے دار نہ نظر ڈال رہا ہے اور نہ کسی کو اس زوال و گراوٹ کا احساس ہے، اسی لیے کوئی قدغن بھی نہیں لگ رہی ہے۔ حد درجے سطحی اور غیر معیاری مجلے بھی 'ہائر ایجوکیشن کمیشن' سے اگر منظور بھی ہو جاتے ہیں تو ابتدائی سطح (زیڈ) سے بلند اور بلند تر سطح (ایکس اور وائی) پر بھی پہنچ جاتے ہیں، جو ایک انتہائی قبیح اور قابل تنقیح امر ہے۔ جہاں متعدد معاملات اس ضمن میں غور و اصلاح طلب ہیں، وہیں اس کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ مقالات کے معیار کے تعین میں ماہرانہ رائے کے حصول اور خود اس رائے کے جانچنے اور اسے تسلیم یا رد کرنے کا کوئی نظام شاید ہائر ایجوکیشن کمیشن میں موجود نہیں ہے۔ یہ موضوع یا مسئلہ اپنی اہمیت کے باوجود بھی ایسا نہیں ہے کہ جس پر ہائر ایجوکیشن کمیشن نے شاید غور کیا ہو اور یا پھر مجلوں کی مجلس ادارت اور مجلس مشاورت نے بھی اس باب میں کوئی توجہ دی ہو۔ اس لیے ہر طرف ایک بے نیازی کی سی کیفیت ہے، جس کی وجہ سے مجلوں کے معیار میں، اور خاص طور پر اردو مجلوں میں کوئی قابلِ اطمینان بہتری نظر نہیں آتی۔ چناں چہ ہائر ایجوکیشن کمیشن نے جامعات میں تحقیق کے فروغ اور اس کے معیار کی بہتری و بلندی کی خاطر جو اصلاحات پیش کی تھیں اور جو خواب دیکھے تھے اُن میں تاحال کوئی قابلِ اطمینان پیش رفت نہ ہوسکی۔ اس کا ایک بڑا سبب، ہماری نظر میں، یہ ہے کہ ہمارے مجلوں کے معیار میں طرح طرح کے سقم موجود ہیں اور ان کا ایک بڑا سبب تحقیقات و مقالات پر مناسب و اہل ماہرانہ رائے کے لیے سنجیدہ و دیانت دارانہ کوششوں کا اہتمام نہ کرنا ہے، جب کہ ہمارا مشاہدہ و تجربہ ہے کہ ماہرانہ رائے کا اہتمام بظاہر خانہ پُری کی خاطر کیا تو جاتا ہے لیکن مقالات کے موضوع کی مناسبت سے مخصوص ماہرانہ رائے کے حصول کے لیے جستجو نہیں کی جاتی اور محض ایک ماہر کا پی ایچ ڈی ہونا کافی سمجھ لیا جاتا ہے اور اس کی جو بھی اور جیسی بھی رائے ہو اسے تسلیم کرلیا جاتا ہے، جو بالعموم مثبت ہی ہوتی ہے کہ اکثر اس رائے کا اثبات میں حصول مقالہ نگار کی اپنی خواہش اور ضرورت کے تحت اور مدیر اور اس

کے درمیان کے دوستانہ روابط کا نتیجہ بھی ہوتا ہے اور ایسا اکثر ہوتا ہے جس کا سبب کچھ اور بھی ممکن ہے۔ اس عمل کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مقالات بالعموم سطحی اور غیر معیاری ہوتے ہیں اور مجلے کے معیار کو مجروح کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ اس طرح شاید ہی آج کوئی ایسا مجلہ ہو جسے جانب دارانہ اور کمزور ماہرانہ آرا نے نقصان نہ پہنچایا ہو۔ اس صورت حال کا ایک نتیجہ محض خانہ پُری یا دکھاوے کے لیے کہیں یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ کسی منفی رائے کے بعد ایک اور ماہر کی رائے بھی بقدر ضرورت حاصل کر لی جاتی ہے لیکن اس طرح بھی صورت حال میں کوئی مثبت تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ غیر معیاری مقالات پھر بھی بوجوہ چھپ جاتے ہیں۔ ایسی صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے ترقی یافتہ ممالک میں پری پرنٹ سرور (Preprint Server) کے عنوان سے ایک بہت مناسب تجربہ کیا گیا ہے جس میں مذکورہ نوع کے سروروں پر موصول ہونے والے ہر مقالے کو ڈال دیا جاتا ہے اور جو مقالات اس عمل میں اپنا مثبت تاثر قائم کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں انھیں معیاری سمجھتے ہوئے شامل کر لیا جاتا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں اس طرح کے کسی عمل کو اختیار کرنا، اس کے لیے پیش رفت کرنا اور ضروری وسائل فراہم کرنا ہماری مجموعی غیر سنجیدگی، بے نیازی اور عدم دل چسپی کی صورت حال میں کس حد تک ممکن ہے، اس کا فیصلہ ہم کر سکتے ہیں۔ شاید یہ عمل دہائیوں تک ہمیں ایسے ذرائع اور وسائل کے حصول اور ساتھ ہی شعور و ارادوں کے عملی جامہ پہننے تک محروم ہی رکھے۔

ترقی یافتہ ممالک میں ماہرانہ رائے کی اہمیت اور اس کے حصول کی خاطر جو اہتمام کیے جاتے ہیں اور ان کے طفیل جو درجِ ذیل صورت حال وہاں عام ہے، اُس سے یہاں ہم بے خبر ہیں، لیکن جن کو ہم یہاں اس طرح اخذ کر سکتے ہیں:

- سرسری و سطحی اور فرسودہ و غیر اہم موضوعات پر مبنی مقالات سے رسائل کے صفحات کو آلودہ نہ ہونے دینا؛
- غیر معیاری مقالات میں ترمیم اور تصحیح کرانا تاکہ صرف معیاری تحقیقات سامنے آ سکیں؛
- اس طرح معیاری تحقیقات کے فروغ میں مدیرانِ مجلہ کے کام کو سہل کرنا؛
- کسی بھی رسالے کے معیار کا دار مدار بڑی حد تک ماہرانہ رائے پر ہوتا ہے؛
- چناں چہ متعلقہ ماہر ایک اعتماد سے اپنے شخصی کوائف میں اپنی ماہرانہ آرا کے اعداد و شمار درج کر سکتے ہیں؛
- ماہرانہ رائے دینے کی وجہ سے ان کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوتا ہے جو اس لیے بھی اہم ہوتی ہے کہ متعلقہ تحقیقات کے زمروں میں ان کا شمار ہونے لگتا ہے؛
- تحقیقی حاصلات پر تنقید کرنے یا رائے دینے کی صلاحیت ان میں زیادہ سمجھی جاتی ہے؛

- پبلونز(Publons) جیسے ادارے ماہرانہ رائے میں مصروف ماہرین کو فوقیت بھی دیتے ہیں جو اُن کی شہرت میں اضافے کا سبب بنتی ہے؛
- ماہرانہ آرا کو عام استفادے کے لیے عام بھی کیا جاتا ہے؛
- منصبی ترقی میں بھی اس کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے؛
- ایسے ادارے بھی موجود ہیں جن کے منصوبوں کا ایک مقصد ماہرانہ آرا دینے والے افراد کے کاموں کو سراہا جائے۔

ایسی اصلاحات کی حوالے سے ہائر ایجوکیشن کمیشن سے یہ توقع بے جا نہ ہو گی کہ اِن تجاویز پر غور کیا جائے کہ ماہرانہ آرا کے حصول کی خاطر ایک ایسا نظام وضع کیا جائے جو نہ صرف غیر معیاری تحقیقات کو روکنے میں کامیاب ہو بل کہ نو واردانِ تحقیق کی تربیت بھی اس نظام سے ممکن ہو سکے۔ مثال کے طور پر:

- ماہرانہ رائے جیسے اہم موضوع پر اجتماعی ذہانت کو استعمال کرتے ہوئے معتبر و ممتاز لکھنے والوں سے عملی تجاویز حاصل کی جائیں؛
- ماہرانہ رائے دینے والے ماہرین کے کوائف پر مشتمل ایک فہرست مرتب کی جائے جو اس کام کو ایک جامع منصوبے کے طور پر اختیار کریں؛
- سالانہ ماہرانہ آرا کے ضمن میں اعداد و شمار، ان کی نوعیت مع محاسن اور کمزوریاں جاری کی جائیں؛
- ماہرانہ رائے دینے والے ماہرین کی خدمات کو اعلیٰ سطح پر تسلیم اور نمایاں کیا جائے؛
- ماہرانہ آرا کی مد میں مناسب اعزازیہ بھی جاری ہونا چاہیے؛
- نئے لکھنے والوں کی اصلاح و تربیت کی غرض سے سال کی چند معیاری اور غیر معیاری آرا کی اشاعت کا انتظام بھی ہونا چاہیے جو بطور مثال حوالہ بھی بنیں؛
- ماہرانہ رائے کے موضوع اور اس کے حصول کو اس درجے معتبر بنایا جائے کہ پاکستان کے سرکاری، نیم سرکاری اور غیر سرکاری ادارے اپنی آسامیوں کے اعلان میں ان خدمات کو بھی تسلیم کریں؛
- بہترین ماہرانہ رائے دینے والے ماہرین کو کسی طرح اعزازات بھی دیے جانے چاہئیں کہ اس سے اس عمل کی وقعت میں اضافہ ہو۔

یہ وہ تجاویز ہیں کہ جن کے سبب تحقیقات و مقالات کا معیار بلند ہو سکتا ہے اور ان کے طفیل مجلوں کو ایک وقار اور معیار بھی میسر آ سکتا ہے۔ ورنہ ایک زمانہ تھا کہ جب مجلے کی ادارت آج کی ایک مجلس کے بجائے فردِ واحد کے ذمے ہوتی تھی، جو اپنی جگہ کئی کئی علوم پر عبور اور کئی زبانوں میں دست رس رکھتا تھا، اس کا مطالعہ اس قدر وسیع

ہوتا تھا کہ کسی علم میں دنیا بھر میں کیا کیا ہو رہا ہے، کون کون کس موضوع پر کیا کر رہا ہے، اور مطالعات و تحقیقات میں کیا کیا دریافت و انکشافات ہو رہے ہیں، تب ہی وہ خود ایک صائب رائے کسی مقالے پر دے کر اس کی اشاعت کا فیصلہ کرلیتا تھا۔ یہ یقینی ہے کہ آج ماضی کے مقابلے میں علوم میں بے پناہ ترقی اور وسعت کا دور ہے اس لیے آج ایک معیاری تحقیق کے لیے متعلقہ شعبے کے مخصوص ماہرین کی ضرورت لازم محسوس ہوتی ہے جو قابلِ تسلیم ہے۔ اسی لیے آج کے تحقیقی مقالات کو پرکھنے اور ان کے معیار کو متعین کرنے کے لیے، اگر سید سلیمان ندوی اور مولوی محمد شفیع یا لیوپولڈ محمد اسد اور محمد مارماڈیوک پکھتال نہ سہی، مخصوص ماہرین کی ضرورت ہوتی ہے اور جو آج کی زوال پذیر اخلاقیات کے دور میں دیانت دار بھی ہوں تو مقالے یا مجلے کا معیار بھی وقیع اور عالمانہ بن سکے گا۔ اس بارے میں ایک مستحکم منصوبہ بندی اور لائحۂ عمل کی بابت ضرور سوچا جانا چاہیے۔

مدیران